حفظ الایمان

اللہ
محمد رسول

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

دارالکتاب دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحبک یا حبیب اللہ

توجہ فرمائیں!

خَتم نبوت ڈاٹ آرگ پر دستیاب تمام پی ڈی ایف کتب عام قارئین کے مطالعہ و تحقیق کے لیے ہیں۔

تنبیہ

- کسی کتاب کو تجارتی نفع کے لیے استعمال کرنا اخلاقاً شرعاً قانوناً جرم ہے۔
- عقیدہ ختم نبوت و تقابل ادیان پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر اشاعتِ اسلام میں بھرپور شرکت اختیار کریں۔

کتاب کے مندرجات کے متعلقہ مزید تحقیق و آراء کے لیے ختم نبوت فورم کی آفیشل ویب سائٹ پر رابطہ کریں۔ ختم نبوت فورم سوشل میڈیا پر عقیدہ ختمِ نبوت و ردقادیانیت پر روز و شب کوشاں ہے، فورم کے ساتھ آپ کی مالی جانی وقتی معاونت اللہ کی بارگاہ میں عظیم نیکی ہے اللہ پاک اخلاص کے ساتھ دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم
مفتی سید مبشر رضا قادری
+92-3247448814



www.khatmenbuwat.org

اللہ یحکم بینکم یوم القیمۃ

حفظ الایمان

مع

بسط البنان

مصنفہ

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

ناشر

۲۴۷۵۵۴

دار الکتاب دیوبند یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں حامیان دین و ناصران شرع متین اس بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ سجدہ کی دو قسم ہیں۔ تعبدی اور تعظیمی۔ تعبدی اللہ تعالے کے ساتھ مختص ہے اور تعظیمی کسی کے ساتھ مختص نہیں۔ لہذا تعظیماً سجدۂ قبور جائز ہے۔ اور کہتا ہے کہ طواف قبور جائز ہے دلیل جواز حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا مقولہ ہے۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ صفحہ نمبر ۱ سطر ۱۲ ر بیان ذکر کشف قبور فرماتے ہیں و بعدہ ہفت کرۃ طواف کند و دراں تکبیر بخواند آغاز از راست کند بعدہ طرف پایاں رخسارہ نہد انتہیٰ اس سے طواف اور سجدہ اور بوسہ قبور سب کچھ جائز ہو گیا اور کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ بالذات، اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا اور بواسطے، اس معنی کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے زید کا یہ استدلال اور عقیدہ و عمل کیسا ہے؟ بینوا توجروا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب :۔ سوال اوّل ظاہراً سجدہ تعظیمی سے مراد سجدۂ تحیہ ہے اس

صورت میں اس تقسیم میں گفتگو نہیں ہے البتہ کلام اس میں ہے کہ سجدۂ تحیت غیر اللہ کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ سو زید مدعی جواز کی اس جواز سے کیا مراد ہے، آیا شرائع سابقہ میں جائز ہونے کا دعویٰ ہے یا شریعت محمدیہ میں اگر شرائع سابقہ میں جائز ہونیکا دعویٰ ہے تو اول تو خود اسی میں کلام ہے اور قصہ حضرت آدم علیہ السلام وحضرت یوسف علیہ السلام میں جو لفظ سجود آیا ہے اس میں احتمال ہے کہ محض انحنا مراد ہو چنانچہ بہت سے مفسرین مثل جلال سیوطی وجلال محلی وغیرہما اس طرف گئے ہیں اور اگر شرائع سابقہ میں اس کا جائز ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمارے لئے بھی جائز ہو کیونکہ شرائع سابقہ کے بہت سے احکام منسوخ ہو چکے ہیں جیساکہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھائی بہن کا نکاح درست تھا اور اب حرام ہے علیٰ ہذا بہت امور اس قسم کے ہیں بلکہ خود ہماری شریعت میں بعض امور اولاً جائز تھے پھر حرام ہو گئے جیسا شراب کا پینا کہ پہلے حلال تھا پھر حرام ہو گیا بہر حال شرائع سابقہ میں جائز ہونے سے ہماری شریعت میں جائز ہونا لازم نہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ شریعت محمدیہ میں جائز ہے تو اس پر دلیل لانا ضروری ہے سو تمام قرآن وحدیث میں ایسی دلیل کا پتہ نہیں اور اگر کہا جائے کہ شرائع سابقہ میں اس کا جائز ہونا جب ہماری شریعت میں بیان کیا گیا تو گویا ہماری شریعت نے بھی اس کو قائم رکھا سو اس کا

جواب یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ ہماری شریعت میں اس پر انکار نہ کیا گیا ہو اور اس کو ممنوع نہ قرار دیا ہو ورنہ پھر جواز سابق یقیناً منسوخ ہوگا سو اس مسئلہ میں ہماری شریعت میں جو وارد ہوا ہے اس کو نقل کرتا ہوں مشکوٰۃ میں ابوداؤد سے نقل کیا ہے۔ عن قيس بن سعد قال اتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم احق ان يسجد له فاتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت انى اتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم وانت احق ان يسجد لك فقال لى ارأيت لو مررت بقبرى اكنت تسجد له فقلت لا فقال لا تفعلوا لو كنت امرت احدا ان يسجد لامرت النساء ان يسجدن لازواجهن لما جعل الله لهم عليهن من حق۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت قیس بن سعد صحابی فرماتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں پہنچا تو ان لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تو زیادہ تر مستحق سجدے کے ہیں میں نے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں حیرہ میں گیا تھا اور میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ زیادہ تر مستحق ہیں سجدہ کے آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میری

قبر پر تمہارا گذر ہو تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو گے میں نے عرض کیا کہ نہیں اس کو تو سجدہ نہ کروں گا آپ نے فرمایا کہ ایسا کام مت کرو یعنی مجھکو سجدہ مت کرو اگر میں کسی کو امر کرتا کہ کسی کے سامنے سجدہ کرے تو عورتوں کو امر کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں بوجہ اس حق کے جوان پر اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے فقط اب اس حدیث میں ذرا غور فرمایئے کہ صحابی نے جس سجدہ کی اجازت چاہی تھی وہ سجدہ عبادت تھا یا سجدۂ تحیہ، اگر سجدۂ عبادت کہا جائے تب تو ظاہر ہے کہ وہ شرک ہے اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ صحابی نے شرک کرنے کی اجازت چاہی سو صحابہ کا بڑا رتبہ ہے جس کو ذرا بھی عقل اور دین ہو اس کو شرک کے جواز کا احتمال نہیں ہو سکتا کیونکہ کفر اور شرک عقلاً بھی قبیح بالذات ہے اور قبیح بالذات کا قبیح منسوخ بھی نہیں ہو سکتا تو صحابی پر کب احتمال ہے کہ انہوں نے اس کو قابل جواز سمجھا ہو جب جواز کے قابل نہیں تو اجازت مانگنا کب ممکن ہے کیونکہ اجازت تو اسی ئی مانگی جاتی ہے جس میں جائز ہونیکا احتمال ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ جس سجدہ کی اجازت چاہی تعبدی نہ تھا بلکہ سجدہ تحیہ تھا۔ سو اب دیکھ لینا چاہیئے کہ اس سجدۂ تحیہ کے اجازت چاہنے پر حضورؐ نے اجازت فرمائی یا ممانعت فرمائی سو لاتفعلوا صیغہ نہی کا نص ہے باب تحریم میں بس صاف معلوم ہوا کہ یہ سجدہ تحیہ ہماری شریعت میں حرام ہے اب شرائع سابقہ

کی حکایت جواز کے لیے حجت کافی نہ ہوئی یہ گفتگو تو زندہ بزرگ کو سجدہ کرنے کے باب میں تھی جس کا حرام ہونا اس حدیث سے ثابت ہوا ہے اور قبر کے روبرو سجدہ کرنا تو حدیث کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی زیادہ حرام ہے حتیٰ کہ وہی صحابی جو حضور کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگ رہے ہیں جب آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا میری قبر کو بھی سجدہ کرو گے تو انہوں نے معارض کیا کہ نہیں قبر کو تو نہیں کروں گا اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو سجدہ کرنا اس قدر مذموم و قبیح ہے کہ اس میں ان کو تردد نہیں ہوا صرف سجدہ حالت زندگی میں اشتباہ تھا جو رفع کر دیا گیا اس سے واضح ہو گیا کہ قبر کو سجدہ کرنا زندہ بزرگ کو سجدہ کرنے سے بھی زیادہ مذموم ہے جب حدیث سے زندہ کو سجدہ کرنا ممنوع ٹھہرا تو قبر کو سجدہ کرنا بدرجہ اولیٰ اس سے زیادہ حرام ہو گا اور یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں گفتگو تھی جس میں آپ نہایت قوی حیات برزخیہ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں حیات حضرات انبیاء علیہم السلام خود اہل حق کا عقیدہ ہے اور موت ان کی صرف ظاہری اور ضعیف درجہ کی ہے جب اس موت ضعیف طاری ہونے سے کہ حیات سے زیادہ بُعد نہیں ہوا ان کی قبور کو سجدہ کرنا حرام بلکہ زیادہ حرام تھا جیسا کہ ابھی بیان ہوا سو اوروں پر موت قوی طاری ہوتے سے کہ حیات سے بہت زیادہ بُعد ہو جاتا ہے ان کی قبور کو سجدہ کرنا زیادہ سے بھی

زیادہ حرام ہوگا یہ تو مسئلہ کا ثبوت تھا، حدیث سے جو مدعی اجتہاد اور تارک تقلید پر بھی حجت ہے اور جو شخص ائمہ کا مقلد اپنے کو کہتا ہو اس کے لیے فتویٰ فقہا کا بھی دلیل ہے اس لیے اس کو بھی نقل کرتا ہوں۔

وکذا مایفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظما فحرام والفاعل والراضی به آثمان لانه یشبه عبادة الوثن وهل یکفران علی وجه العبادة والتعظیم کفروان علی وجه التحیة لاوصار آثما مرتکبا علی الکبیرة۔

ترجمہ: یہ ہے کہ اسی طرح جو لوگ زمین بوسی کرتے ہیں علماء اور سرداروں کے سامنے یہ حرام ہے اور کرنے والا اور راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ عبادت بت کے مشابہ ہے اور آیا وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں سو اگر بطریق عبادت اور تعظیم ہو تب تو وہ کافر ہو جائیگا اور اگر بطور تحیہ وسلام کے ہو تو کافر تو نہ ہوگا اور گنہگار مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوگا جب زمین بوسی کو صرف مشابہت عبادت کی وجہ سے حرام کہا تو سجدہ جس میں ہیئت عبادت کی زیادہ ہے کیونکر حرام نہ ہوگا اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس روایت میں عبادت اور تعظیم کا ایک حکم بیان کیا ہے کہ اس طور سے سجدہ کرنا کفر ہے پس زید کی تقسیم میں اگر تعظیم بمعنی تحیہ نہ لیا جاوے جیسا ہم نے اس کی خاطر سے تاویل کر دی۔ سو سرے سے یہ تقسیم ہی درست نہ ہوگی

بلکہ بوجہ اتحاد تعظیم و تعبد کے سجدۂ تعظیم کفر قرار پاوے گا۔ اور اگر باوجود دلائل حرمت قائم ہو جانے کے صرف نیت و قصد تحیت کو موجب جواز کہا جاوے تو چاہیئے کہ سب عبادات میں اسی طرح کی تقسیم کر کے غیر اللہ کے لیئے جائز کہدیا جائے نماز کی بھی دو قسمیں ہو جاویں گی ایک بطور تعبد دوسری بطور تحیہ اول کو غیر اللہ کے لیئے حرام ثانی کو جائز کہا جاوے اسی طرح روزہ اور حج اور جمیع عبادات کیونکہ سجدہ اور تمام عبادات اس امر میں متساوی الاقدام ہیں کیا کسی کو یہ جرأت ہوگی کہ نماز روزہ سب کو غیر اللہ کے لیئے جائز کہدے اور اگر کسی صالح سے ایسا قول یا فعل کہیں منقول ہو تو اول تو تصحیح روایت کی حسب ضابطہ روایت کے ضروری ہے کیونکہ بعض باتیں بے اصل مشہور ہو جاتی ہیں ثانیًا یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل سے شریعت کو بدل دیں بلکہ شریعت کے احکام اپنے حال پر رہیں گے حسن ظن کے مقتضیٰ سے خود ان بزرگ کے قول و فعل میں غلبۂ حال یا خطاء اجتہادی کی تاویل کرینگے ثالثًا عوام الناس تحیہ و تعبد میں فرق کی تمیز بھی نہیں رکھتے اور مسلمات میں سے ہے کہ ذریعہ حرام کا حرام ہوتا ہے اس لیئے یہ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر۔

ھذا ھو الحق ماذا بعد الحق الا الضلال۔

جواب۔ سوال دوم، حدیث میں ہے۔ الطواف حول البیت مثل الصلوٰۃ رواہ الترمذی والنسائی والدارمی۔ طواف خانہ کعبہ کا

مثل نماز کے ہے اور ظاہر ہے کہ تشبیہ میں مشبہ بہ کا اشہر اوصاف ملحوظ ہوتا ہے اور اسی کے اعتبار سے تشبیہ ہوا کرتی ہے جیسا کہ اہل علم پر ظاہر ہے۔ اور نماز کا اشہر وصف اس کا عبادت ہوتا ہے پس تشبیہ اسی وصف کے اعتبار سے ہوگی پس مدلول حدیث کا یہ ہے کہ جس طرح نماز عبادت ہے اسی طرح طواف بھی عبادت ہے اور عبادت کا غیر اللہ کے لئے حرام بلکہ کفر ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور بہ نسبت زندہ کے مردہ کے ساتھ ایسے معاملات کا زائد تر حرام ہونا اوپر ثابت ہو چکا پس واضح ہوا کہ طواف غیر بیت اللہ مطلقًا حرام اور طواف قبور اور زیادہ حرام اب فتویٰ علماء کا دیکھیے۔ فی اللطائف الرشیدیۃ عن شرح المناسک لعلی القاریؒ ولا یطوف ای لایدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء۔

یعنی طواف نہ کرے روضۂ منورہ کے گرد کیونکہ طواف خصوصیات کعبہ شریف سے ہے پس حرام ہے گرد قبور انبیاء اور اولیا کے اور جب حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبور شریفہ کا طواف ممنوع ہے جن کی حیات برزخیہ بہ نسبت حضرات اولیاء کے قوی تر ہے تو دوسرے اولیاء کی قبور کا طواف تو زیادہ تر ممنوع ہوگا۔

پس اس بنا پر طواف غیر اللہ مطلقاً حرام اور قبور انبیاء کا زیادہ حرام اور قبور اولیاء کا زیادہ سے زیادہ حرام، جیسا جواب سوال اول میں اس کی تقریر مفصل مرقوم ہو چکی ہے، رہ گیا مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا ارشاد سو اس میں کچھ حجت نہیں کیونکہ یہ طواف اصطلاحی نہیں ہے جو تعظیم و تقرب کے لئے کیا جاتا ہے اور جس کی ممانعت نصوص شرعیہ سے ثابت ہے بلکہ طواف لغوی ہے یعنی محض اس کے گرد پھرنا واسطے پیدا کرنے مناسبت روحی کے صاحب قبر کے ساتھ اور لینے فیوض کے بلا قصد تعظیم و تقرب کے اور وہ بھی عوام کے لئے نہیں جن کو فرق مراتب کی تمیز نہیں بلکہ اہل نسبت کے لئے جو جامع ہوں درمیان شریعت و طریقت کے اس کی نظیر حضرت جابرؓ کے قصہ میں وارد ہوئی ہے، جب انکے والد مقروض ہو کر وفات فرما گئے اور قرض خواہوں نے حضرت جابرؓ کو تنگ کیا اور انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ باغ میں تشریف لا کر رعایت کرا دیجئے اور حضورؐ باغ میں رونق افروز ہوئے اور چھواروں کے انبار لگوا کر بڑے انبار کے گرد تین بار پھرے حدیث کے الفاظ یہ ہیں طاف حول اعظمھا بیدا ثم جلس علیہ (رواہ البخاری) پھر آپ اس ڈھیر پر بیٹھ گئے اس میں ایسی برکت ہوئی کہ سب کا قرض ادا ہو گیا اور پھر بھی بہت کچھ بچ گیا غرض اس قصہ میں ہر شخص سمجھ سکتا

ہے کہ حضور کا اس کے گرد پھرنا کوئی طواف اصطلاحی نہ تھا اس ڈھیر کی تعظیم آپ کو مقصود نہ تھی بلکہ اس میں اثر پہنچانے کے لیے اس کے چاروں طرف پھر گئے اسی طرح کشف القبور کے عمل میں جو طواف ذکر کیا ہے وہ بھی تعظیم کے لیے نہیں جیسا کہ عوام الناس بلکہ بعض خواص کالعوام کرتے ہیں۔ محض اثر لینے کے لیے اس کے چاروں طرف پھرے پس کجا طواف اصطلاحی جس کا جو دعویٰ جواز زید کرتا ہے اور کجا یہ طواف لغوی جو حجت میں پیش کرتا ہے یہ تو ایسی بات ہے کہ قرآن مجید میں لفظ فما استمتعتم، سے جس کے معنی لغوی مقصود ہیں متعہ اصطلاحی کو جائز کہنے لگے جیسا کہ اہل زیغ نے کیا ہے یا قرآن مجید میں غلام کو عبد کہا گیا ہے محض اس لفظ کو دیکھ کر اس کے معنی عابد کے لیکر اس کے مالک کو معبود قرار دینے لگے اور شرک کے جواز کا دعویٰ کر بیٹھے حاصل یہ کہ محض اشتراک لفظی سے بلا دلیل کسی معنیٰ کا مراد لے لینا اور اس پر بنار کار کرنا محض مغالطہ ہے اور بالفرض والتقدیر طواف اصطلاحی ہی مراد ہو جو کہ بدلیل شرعی ممنوع ہے تب بھی کچھ حجت نہیں اس لیے کہ اس عبارت میں کہیں جواز کا نام تک بھی نہیں صرف کشف قبور کا ایک طریقہ بتلا رہے ہیں کہ اس طرح کشف قبور ہو جاتا ہے خواہ وہ طریقہ جائز ہو یا ناجائز اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ طریق ناجائز سے کشف کب ہو سکتا

ہے سو یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو شریعت و طریقت ہر دو علم سے نا واقف ہو ورنہ علماء ظاہر و باطن کے مسلمات سے ہے کہ کشف و خوارق اہل باطل سے بھی حتیٰ کہ کفار سے بھی صادر ہونا ممکن ہے، چنانچہ شیخ اکبرؒ نے فرمایا ہے سئل ابویزید عن طیٔ الارض فقال لیس بشیٔ فان ابلیس یقطع من المشرق الی المغرب فی لحظۃ واحدۃ وما ھو عند اللہ بمکان وسئل عن اختراق الھواء فقال ان الطیر یخرق الھوا۔ الخ۔

ابو یزیدؒ سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی کمال کی چیز نہیں، دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں اور ہوا چیر کر اڑنے کی نسبت پوچھا گیا آپ نے فرمایا پرندہ بھی اڑتا ہے غرض مقصود طریق بتلاتا ہے گو وہ ناجائز ہو اس کی نظیر خود حضرت شاہ صاحب ممدوح کے کلام میں موجود ہے قول الجمیل میں کشف وقائع کے طریق میں تحریر فرماتے ہیں ویضع مصحفًا مفتوحًا علیٰ یمینہٖ ومصحفًا مفتوحًا علیٰ یسارہٖ ومصحفًا کذالک بین یدیہ ومصحفًا کذلک الخ۔

یعنی ایک قرآن کھلا ہوا اپنی داہنی طرف رکھے اور ایک بائیں طرف

اور ایک رو برو رکھے اور ایک پیچھے رکھے تو اب چاہیے کہ قرآن کا پشت کی طرف رکھنا بھی کچھ مضائقہ نہ ہو حالانکہ خود ہی شاہ صاحب اس طریق کا ناپسند اور خلاف ادب ہونا تحریر فرماتے ہیں۔ وفی قلبی منه شئ لما فیه من اساءة الادب بالمصحف۔

یعنی میرے دل میں اس طریق سے خلجان ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی بے ادبی ہے اور باوجود اس طریق کے مذموم ہوتے کے پھر بھی اسکی خاصیت کشف وقائع بتلائی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی عمل کی کوئی خاصیت بیان کرنا دلیل اس کے جواز کی نہیں اگر کہا جاوے کہ بلا انکار نقل کرنا دلیل جواز ہے اور مع الانکار دلیل جواز نہیں سو عمل مصحف میں چونکہ نقل کر کے انکار بھی فرمادیا ہے اس لیے اس کو جائز نہ کہا جاوے گا اور طواف میں بلا انکار نقل فرمادیا ہے اس لیے اس کو جائز کہا جاوے گا سو جاننا چاہیے کہ اول تو غیر شارع علیہ السلام کا سکوت حجت نہیں علاوہ اس کے یہ کہنا غلط ہے کہ شاہ صاحب نے اس پر انکار نہیں فرمایا بعض احباب نے رسالہ تحفۃ الموحدین تصنیف حضرت شاہ صاحب بیان اشراک فی العبادات ص۱ سے نقل کیا ہے ارکان حج کہ از اعظم عبادات است، اگر بجائے دیگر ادا نماید کفر است صریح باید کہ گرد قبرے یا خانۂ سوائے کعبہ نگردند کہ میفرماید۔ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔

رہا یہ کہ جس جگہ عمل نقل کیا جاوے وہاں ہی انکار ہو یہ کوئی ضروری نہیں خود قرآن مجید میں بہت جگہ کفار کے اقوال و عقائد نقل کئے ہیں اور دوسری آیات میں انکار فرما دیا گیا ہے رہا سجدہ اور بوسہ اول تو اس عبارت میں اس کا پتہ نہیں سجدہ کے معنی ہیں پیشانی نہادن بر زمین اور بوسہ کے معنی ہیں لب نہادن بر چیزے اور رخسارہ نہادن کسی کے بھی معنی نہیں قطع نظر اس سے تقریر مذکور میں اسکا بھی جواب ہو گیا کہ بیان خاصیت دلیل جواز نہیں فافہم ولاتزل واللہ اعلم۔ فقط

جواب سوال سوم :۔ مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بنا پر لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔ اور لو کنت اعلم الغیب۔

وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کیوجہ سے ممنوع و ناجائز ہو گا قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں عبدی وامتی و ربی کہنے سے نہیں۔ اسی وجہ سے وارد ہے، اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر علم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہو گا اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہما

بتاویل اسناد الیٰ السبب کے بھی اطلاق کرنا ناجائز نہ ہوگا کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی، یعنی علم غیب بالمعنی الثانی بواسطہ اللہ تعالےٰ کے لیے ثابت نہیں پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ عالم الغیب ہیں اور حق تعالےٰ شانہٗ عالم الغیب نہیں (نعوذ باللہ منہ) تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارا کر سکتا ہے اس بنا پر تو بانوا فقیروں کی تمامتر بیہودہ صدائیں بھی خلاف شرع نہ ہوں گی، تو شرع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا جب چاہا بنالیا جب چاہا مٹا دیا پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اسمیں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔ پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب

کہونگا تو پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مومن
بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ سے کب ہو سکتا ہے
اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری
ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج
نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے دلائل نقلیہ
بیشمار ہیں خود قرآن مجید میں آپ سے نفی کرنا علم غیب کی آیت ۔
وَلَوْكُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ، اور نفی کرنا آپ
سے علم تعیین قیامت کی اور بہت سے علوم کی نفی صاف صاف مذکور
ہے احادیث میں ہزاروں واقعات آپ کے کتب ورسائل روانہ
فرمانے کے مخبروں اور جاسوسوں سے اخبار غائبہ دریافت فرمانے
کے مذکور ہیں اگر یہ کہا جائے کہ علوم غیب تو آپ کو سب حاصل ہیں
مگر استحضار انکا آپ کی توجہ پر موقوف ہے چونکہ بعض امور میں توجہ تام
نہ فرماتے تھے اس لئے بعض واقعات حاضر نہ ہوتے تھے اس کا
جواب یہ ہے کہ بہت سے امور میں آپ کا خاص اہتمام سے توجہ
فرمانا بلکہ فکر و پریشانی میں واقع ہونا اور باوجود اس کے پھر مخفی رہنا
ثابت ہے قصہ افک میں آپ کی تفتیش و استکشاف بابلغ وجوہ
صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوا بعد ایک

ماہ کے وحی کے ذریعہ سے اطمینان ہوا دلیل عقلی یہ کہ علوم غیر متناہی ہیں اور امور غیر متناہیہ کا اجتماع محال ہونا ثابت و مقرر ہو چکا ہے اور اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو جیسا مشکوٰۃ میں دارمی کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکو فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض۔

یا مثل اس کے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہاں عموم و استغراق حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ اوپر دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ عموم و استغراق کہ اضافی مراد ہے یعنی باعتبار بعض علوم کے کہ وہ علوم ضروریہ متعلقہ بہ نبوت میں عموم فرمایا گیا پس اس کا مقتضیٰ صرف اس قدر ہے کہ نبوت کے لیے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو تمام علم الحاصل ہو گئے تھے الفاظ عموم کا عموم اضافی میں مستعمل ہونا محاورات جمیع السنہ میں بلا نکیر جاری ہے اور خود قرآن مجید میں مذکور بلقیس کی نسبت فرمایا گیا ہے واوتیت من کل شیٔ،، یعنی اس کے پاس تمام چیزیں تھیں یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانہ کی ریل اور تار برقی لیمپ گیاس اور فوٹو وغیرہ ہرگز نہ تھے وہاں بھی اشیائے ضروریہ لازمہ سلطنت کا عموم مراد ہے پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں اور جواب مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سرتاسر غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے ہرگز ان کا قبول کرنا کسی

کو جائز نہیں زید کو چاہیئے کہ توبہ کرے اور اتباعِ سنت اختیار کرے
ومن اللہ التوفیق ولھدایہ ومنہ بدایۃ والیہ نہایہ
فقط
کتبہ الاحقر محمد اشرف علی عفی عنہ۔ ۸ ر محرم الحرام ۱۳۶۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ اہل ہوا ہوس کے شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کرنے کا ہمیشہ سے دستور چلا آرہا ہے ایسے لوگوں سے جب کچھ بن نہیں پڑتا تو اچھوں کو برا کہنا اپنا پیشہ کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ہمارا نام ہو گا۔ چنانچہ بریلی کے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جو مصداق اس شعر کے ہیں شعر۔

اگر دجال بروئے زمین ست
ہمیں ست وہمیں ست وہمیں ست

حضرات علماء دیوبند و دہلی کو کافر کہنا شروع کیا اور ان حضرات کو مخاطب

کر کے مجادلہ کے اشتہارات چھاپے ان بزرگوں نے فضول سمجھ کر انکی
طرف التفات نہ کیا بلکہ ایک دفعہ جب بریلی میں ایسے اشتہارات کے
جواب لکھنے پر ان سے اصرار کیا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر پیچھا چھوڑا یا کہ
آپ جیتے اور ہم ہارے فی الواقع یہ نہایت عمدہ جواب تھا جو دیا جا
سکتا تھا کیونکہ بزرگوں کا قول ہے ؎ جواب جاہلاں باشد خموشی۔
لیکن اس سے بعض حضرات کو یہ دھوکہ ہوا کہ وہ بزرگ حقیقت میں
جواب سے عاجز ہیں اس دھوکہ کے دور کرنے کے لئے مولوی مرتضیٰ حسن
صاحب نے خاں صاحب کی اکثر کتابوں کا نہایت قابلیت سے
جواب لکھا جس کا جواب الجواب آج تک خاں صاحب اور انکی ذریات
سے نہ ہوسکا البتہ شرم مٹانے کے لئے اتنا کہا گیا کہ مولوی اشرف علی
تھانوی جن کی ہار جیت علمار دیوبند دہلی کی ہار جیت ہوگی ہم سے مناظرہ
کریں یا ہماری تحریروں کا جواب دیں مولوی مرتضیٰ حسن ہمارے
مخاطب نہیں اگرچہ حق آفتاب سے زیادہ واضح ہو چکا تھا، اور
ہرگز ہرگز ایسی واہی تباہی باتوں کی طرف علمار حقانی کو توجہ کی ضرورت
نہ تھی تاہم اتمام حجت کی غرض سے مولانا تھانوی تقریر و تحریر پر
آمادہ ہوئے، بلند شہر میں مناظرہ ٹھہرا مولانا تھانوی نے خانصاحب
کے پاس اپنی دستخطی تحریر بھیجدی کہ میں آپ سے مناظرہ کے لئے تیار

ہوں اگر آپ کو منظور ہو تو مطلع فرمایئے دجال نے بجائے یہ لکھنے کے کہ میں بھی مناظرہ کے لئے مستعد ہوں ایک بے سروپا خط مسمیٰ بہ ابحاث دھر گھسیٹا چونکہ یہ خط مولانا کی تحریر کا جواب نہ تھا اس لئے خود اہل بلند شہر نے تھانہ بھون بھیجنے سے انکار کیا جیسا کہ اس کی مفصل کیفیت رسالہ قاصمۃ الظہر فی بلند شہر میں مرقوم ہے اس کے بعد مراد آباد میں مناظرہ ٹھہرا اور راقم الحروف اس زمانے میں مراد آباد موجود تھا یہاں خانصاحب نے یہ چالاکی کی کہ پولیس والوں سے کہہ دیا کہ اہل دیوبند فساد کرانے آئے ہیں اس وجہ سے پولیس نے یہ مناظرہ حکماً روکدیا جب مولانا نے خانصاحب کی یہ کیفیت دیکھی تو یقین ہو گیا کہ وہ ہرگز مناظرہ نہ کریں گے اور محض اتمام حجت کے لئے یہ رسالہ بسط البنان تحریر فرمایا۔

باسمہٖ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً

بخدمت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیوضکم العالیہ۔ بعدہ سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خانصاحب (بریلوی) یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

ہے ایسا ہر بچے اور پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہیں (۱) آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے (۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے (۳) آیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے (۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃ المفاد عبادت ہے نہ آپ کا مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر۔ بینوا و توجروا۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفاعنہ

الجواب

مشفق مکرم سلمہم اللہ تعالےٰ، السلام علیکم آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں میں نے یہ خبیث[1] مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا (۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا چنانچہ اخیر میں

---

[1] یعنی غیب کی باتوں کا علم

عرض کرونگا (۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہوسکتا ہے (۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا اب آخر میں اس جواب کی تتمیم کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مزید توضیح کردوں جس کی بنا پر مجھ پر تہمت لگائی گئی ہے گو کہ وہ خود بھی بالکل واضح ہے اوّل میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلاواسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالےٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہوسکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعوی پر دو دلیلیں قائم کی ہیں وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے جو اس لفظ سے شروع ہوئی ہے پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جاتا یعنی محض اس بنا پر کہ آپ کو علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں آپ کو عالم الغیب کہنا اگر صحیح ہو تو اس سے اگر کل غیر متناہیہ مراد ہوں تو وہ نقلاً اور عقلاً محال ہے اور اگر بعض علوم مراد ہوں گو وہ ایک

ہی چیز کا علم ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو وغیرہ کے لئے بھی حاصل ہے تو لفظ ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے الخ نعوذ باللہ منہا بلکہ مراد اس لفظ ایسا سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے اور عبارت آئندہ بھی اس کی دلیل ہے وھو قولہ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے پس اگر زید ہر مخفی ادنیٰ چیز کے علم حاصل ہونے کو بھی... عالم الغیب کے اطلاق صحیح ہونے کا سبب بتلاتا ہے تو زید کو چاہئے کہ ان سب کو عالم الغیب کہا کرے کیونکہ ان کو بھی بعض مخفی چیزیں معلوم ہیں خود اس عبارت میں سرسری نظر کرنے سے مطلب واضح ہو رہا ہے پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم ضروری ہیں وہ آپ کو تمامہا حاصل ہو گئے تھے انصاف شرط ہے جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع کہے اسے کیا وہ نعوذ باللہ زید و عمرو و صبی و مجنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم سے

بتلاویگا کیا زید عمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ عبارت مذکور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مشابہ معاذاللہ علم زید و عمرو وغیرہ کو نہیں کیا گیا اور لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا بلغاء اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالے ایسا قادر ہے مثلاً تو کیا یہاں خداتعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی گئی ہے چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید عمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک مشابہ ہو جائیں گے حالانکہ آپ کی صفات کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک و مشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق باطل ہوئی اور اگر بزعم معترض تشبیہ کے لئے بھی ہوتا تب بھی علم زید و عمرو وغیرہ کو علم رسول سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض علوم سے جس کا ذکر اوپر ہے بلکہ بفرض محال اگر علم رسول ؐ سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی بلکہ صرف اتنے امر

میں کہ جس طرح مطلق بعض غیوب کا حصول آپ کے لئے علت ہو گئی اطلاق عالم الغیب کے لئے اسی طرح مطلق بعض غیوب کا حصول دوسروں کے لئے علت ہو جائے گی اطلاق عالم الغیب کے لئے اگرچہ یہ دونوں بعض متغائر ہوں ایسی تشبیہ میں بعض الوجوہ تو نص قرآنی میں موجود ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اِنْ تَکُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ یَاْلَمُوْنَ کَمَا تَاْلَمُوْنَ اول میں مقبول کی ایک حالت کو غیر مقبول کی ایک حالت سے اور دوسرے میں غیر مقبول کی ایک حالت کو مقبول کی ایک حالت سے تشبیہ دی ہے البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کرے وجوہ تفاوت و تفاضل کو بیان نہ کرے تو بیشک قبیح ہے لیکن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا قرآن مجید میں مِّثْلُکُمْ کے بعد یوحیٰ اِلَیَّ ہے اور تَاْلَمُوْنَ کے بعد تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا یَرْجُوْنَ۔ اور جیسا کہ تقریر مذکور میں کلام متلاصق و متناصق ہے آپ کا جامع علوم لازمہ نبوت ہونا مصرح ہے یا طرز بیان تفاوت پر دال ہو پھر کیا قباحت ہے اور جب کہ تشبیہ ہی نہ ہو تو شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں اور ایک شق یہاں اور محتمل تھی کہ آپ کو عالم الغیب تو کہیں مگر نہ تو بنا بر جمیع علوم غیر متناہیہ کے اور نہ بنا بر مطلق بعض علوم کے تاکہ اشتراک لازم آوے بلکہ بنا بر علوم وافرہ عظیمہ کے جو

دوسروں کو حاصل نہیں سو یہ شق یہاں صراحتہً مذکور نہیں مگر اس کی طرف بھی مع جواب کے اس قول میں اشارہ کر دیا ہے کہ اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے یعنی اگر آپ کو عالم الغیب کہتے اور دوسروں کو عالم الغیب نہ کہنے کا التزام کیا جاوے مثلاً اسی کو اصطلاح قرار دیا جاوے کہ علوم کثیرہ شریفہ کی عالم کو عالم الغیب کہا جاوے اور علوم قبیحہ خسیسہ کے عالم کو عالم الغیب نہ کہا جائے تو شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے۔ یعنی یہ ثابت کرنا چاہیے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ پر غیر شریفہ شریعت نے عالم الغیب کو اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے پس جو شق مصرحاً موجود ہے جس میں وہ عبارت متنازع فیہا ہے اس میں بعض علوم سے مراد مطلق بعض ہے قطع نظر شریفہ و قلیلہ و کبیرہ سے پس وہاں وہی شخص مخاطب ہے جو مطلق بعض علوم کے حصول کو سبب بناتا ہے عالم الغیب کے صحت اطلاق کا اور ظاہر ہے کہ اس شخص پر وہ محذور قطعاً لازم ہے جو وہاں لازم کیا گیا ہے اور جو شق اشارۃً مذکور ہے وہاں وہ شخص مخاطب ہوگا جو بعض خاص علوم کو سبب بنا دے عالم الغیب کی صحت اطلاق کا اور اس شق مذکور اشارۃً پر خود وہ محذور ہی نہیں لازم کیا جو کہ شق مصرح پر ہے تاکہ اس بحث کی گنجائش ہو کہ علوم شریفہ کثیرہ کی بنا پر

اطلاق کرنا عالم الغیب کا مستلزم نہیں علوم خسیسہ کی بنا پر عالم الغیب کے اطلاق کرنے کو بلکہ اس شق مذکور اشارۃ پر محذور رہی دوسرا ہے جو ابھی بیان ہوا کہ شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے خوب سمجھ لیا جائے اور جاننا چاہیے کہ مجیب ہونے کی حیثیت سے ہمارے ذمہ اتنا بھی نہ تھا جتنا بیان کیا گیا صرف بعض مناشی اشتباہات رفع کرنیکی غرض سے یہ زیادت گوارہ کی گئی باقی اس سے زیادہ تو کسی درجہ میں بھی ہمارے ذمہ نہیں ہے مگر ہم تبرعاً تین امر اس کے متعلق اور بیان کیے دیتے ہیں اوّل اصل مسئلہ کی دلیل سمعی قطع نظر اس سے آپ کو عالم الغیب کہنا جائز ہے کہ نہیں جس کی بحث اوپر مذکور ہوئی کیونکہ سوال میں مقصود اصل مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے بلکہ عالم الغیب کے اطلاق کو پوچھا ہے اس کا جواب دیا گیا ہے اب اصل مسئلہ لکھتا ہوں قرآن مجید میں ہے کہ آپ فرما دیجیے وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ الخ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب الیٰ یوم القیامہ کا علم مستلزم ہے دوام عافیت و عدم مسّ ضرر کو اور ظاہر ہے کہ عین وقت وفات تک مسّ ضرر ضرور رہا چنانچہ خود مرض بھی اس کی ایک فرد ہے پس اگر عدم مس آخر عمر تک مرتفع رہا تو علم جمیع غیوب مذکورہ آخر عمر تک بھی منتفی ہوا

اگر کہا جائے کہ یہ منتفی علم بالذات ہے جواب یہ ہے کہ جو تالی اس مقدم پر مرتب کی گئی وہ دلیل ہے مقدم کے عام ہونے کی کیونکہ استکثار خیر و درم مس مطلق کے لوازم سے ہے نہ کہ علم بالذات کے لوازم سے یہ حکم بالکل بداہت عقل کے خلاف ہے کہ اگر آئندہ کا واقعہ خود منکشف ہو تب مس سوٗ نہ ہو اور جو خدا تعالیٰ کے بتلانے سے منکشف ہو تو مس سوٗ ہو اور حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا۔ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا احدثوا بعدك۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے آپ پر بعض کو نیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء کیونکہ بالعطاء کے بعد آپ ان کو نہ بلاتے صریح اس اطلاع کے بعد سحقا سحقا فرمادیا گو ایسے دلائل بہت ہیں مگر ہم دو شاہد پر اکتفا کرتے ہیں پس آیت و حدیث دونوں سے معلوم ہوا کہ آخر عمر تک بھی بعض کونیات[لے] آپ پر مخفی رہیں کا تعلق منصب نبوت سے نہ تھا بس ہمارا دعویٰ ثابت ہو گیا۔

لے پوشیدہ نہ رہے کہ اس مقام پر یہ شبہ عائد ہوتا ہے کہ بعض آیات و آحادیث و اقوال بزرگانِ دین سے ثابت ہوتا ہے۔ بقیہ صفحہ آئندہ

اور مخالف کا دعویٰ کہ آپ کو آخر عمر میں تمام واقعات الیٰ یوم الاخرۃ میں کسی قسم کا علم مخفی نہ رہا تھا منتفی ہو گیا۔ رہا یہ کہ اس کا اعتقاد بطلان کے کس

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و مایکون کا علم تھا، چنانچہ راقم نے مولانا کو یہ شبہ عریضہ میں تحریر کر کے جواب چاہا تھا جس کا مولانا نے حسب ذیل جواب دیا عنایت فرمائیے بندہ مولوی مقصود حسن صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس کا جواب خود حفظ الایمان میں کافی طور پر موجود ہے جو آپ جیسے فہیم کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے اس عبارت کو پشت پر نقل کئے دیتا ہوں، نقل عبارت حفظ الایمان،، اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو، ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں اس پر اتنا اضافہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب مذکور کی ضرورت ان عبارات میں ہے جو قواعد شرعیہ سے حجت ہیں اور جو عبارات کی حجت نہیں وہ نصوص نافیہ علم محیط کے ساتھ خود معارض ہیں کہ شرائط تعارض سے تساوی فی النبوت ہے پس جواب میں اتنا کافی ہے کہ راجح کیسامنے مرجوح ساقط و متروک ہے اور اب یہ ہے کہ مرجوح میں تاویل مناسب کی جائے سو اس کی ذمہ داری میں تاویل مناسب کیجائے سو اس کی ذمہ داری میں بھی سب برابر ہیں صرف ہمارے ہی ذمہ نہیں۔

درجہ میں ہے سو مقام اس کی تفصیل کا محتمل نہیں مجمل یہ ہے کہ اس اعتقاد کی صورتیں مختلف ہیں بعض درجۂ بدعت و معصیت ہیں یہیں جن میں انکار قطعی کا نہیں ہے اور بعض درجہ کفر کا ہے جن میں انکار قطعی کا ہے امر ثانی بعض اکابر ملت مسلمہ علمائے امت کے کلام سے

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ اور اس عبارت سے بھی اصرح اور لبسہ مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمۃ اللہ کی عبارت ذیل جو ص ۴۰۸ طبع استنبول و ص ۱۹۹ طبع مصر میں ہے، فذہب الحکماء الی ان النبی من کان مختصاً بخواص ثلث الاولیٰ ان یکون مطلعاً علی الغیب بصفاء جوہر نفسہ و شدۃ اتصالہ بالمبادی العالیۃ من غیر سابقۃ کسب و تعلیم و تعلم الثانیۃ نحو بحیث الطبعۃ الہیولیٰ ضروریۃ القابلۃ للصورۃ المفارقۃ الی بذل الثالث ان یشاہد الملکۃ علی صورۃ متخیلۃ و یسمع کلام اللہ تعالیٰ بالوحی و قد اُدرِو علیٰ ہذا بانہم ان ارادوا بالاطلاع اطلاع علی جمیع الغائبات فھو لیس بشرط فی کون الشخص نبیا بالاتفاق وان ارادوا بہ الاطلاع علی بعضہا فلا یکون ذالک خاصۃ النبی اذ ما من احداً لا یجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من دون سابقۃ تعلیم و تعلم وایضاً النفوس البشریۃ کلہا متحدۃ بالنوع فلا تختلف حقیقتہا بالصفاء والکدر فما جاز ان یکون لبعض آخر یکون الاطلاع خاصۃ النبی ۱۲ منہ کتبہ اشرف علی شعبان سنہ ۱۳۲۹ھ

اپنی عبارت کے مشابہ عبارتیں نقل کرتا ہوں کہ نظیر میں خاصہ ہے دفع استبعاد کا شرح مواقف کے موقف سادس مرصد اول مقصد اول میں فلاسفہ کے جواب میں ہے۔ قلنا ما ذکرتم مردود بوجوہ اذ اطلاع علی جمیع المغیبات لایجب النبی اتفاقا منا و منکم ولھذا قال سید الانبیاء ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسنی السوٓء والبعض ای اطلاع علی البعض لایختص بہ ای بالنبی۔

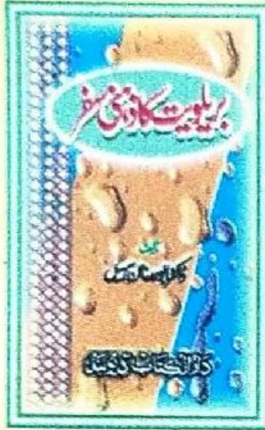
انصاف درکار ہے کیا لایختص وہی مفہوم نہیں جو عبارت حفظ الایمان کا ہے امر ثالث میں نے سنا ہے کہ میری دلیل کے مقدمات پر نقض کیا گیا ہے کہ اس بنا پر چاہیئے کہ آپ کو عالم بھی نہ کہیں کیونکہ یہ مقدمات اس میں بھی جاری ہیں مگر مجھ کو حیرت ہے کہ اتنا صریح فرق معترض کے خیال میں نہ آیا یہ نقض اس وقت واقع ہوتا ہے جبکہ آپ کو عالم مطلق بعض علوم کی بنیاد پر کہا جاتا ہے آپ کو تو عالم خاص علوم عظیمہ مختصہ کی بنا پر کہا جاتا ہے اور اسمیں یہ مقدمات جاری نہیں ہوتے اور اگر یہ جواب عالم الغیب کی اطلاق کا دیا جاوے تو اس جواب کا بطلان اوپر شق مذکور اشارۃ میں گذر چکا ہے کہ یہ اطلاق عالم کا شرع میں وارد ہے اور عالم الغیب کا اس بنا پر اطلاق وارد نہیں فافترقا دوسرے اگر اس جواب سے بھی قطع نظر کیجائے تب بھی غایت فی الباب ایک علمی سوال رہے گا جسکا اہل علم سے کچھ تعجب نہیں اہل علم کی یہ سنت مستمرہ ہے

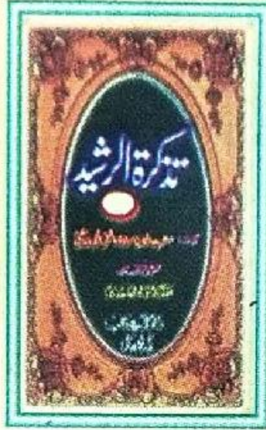
کہ علمی گفتگو کی جائے افسوس تو جاہلانہ و سوقیانہ سب و شتم اور رمی بالکفر اور کھینچ تان کر بہتان باندھنے کا ہے اور مقصود اس مقام پر اسی کا دفع کرنا ہے، جو بحمد اللہ بوجہ احسن حاصل ہو گیا اور اس پر بھی زبان اور قلم کو روکنا پسند نہ ہوگا تو میں اس انتقام کو خدا کے سپرد کر کے وہی کہوں گا جو حق نے ایسی جاہلانہ و معاندانہ جدال پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے کا حکم فرمایا ہے قال اللہ تعالیٰ ان جادلوک فقل اللہ تعالیٰ اعلم بما تعملون اللہ یحکم بینکم یوم القیمۃ فیما کنتم فیہ تختلفون۔ اور یہ کہوں گا ؏ باخدا داریم کار و باخلائق کار نیست۔ اس لئے اب تک میں نے ایسی لغویات کے جواب کی طرف التفات نہیں کیا کیونکہ تجربہ سے اس پر معتدبہ نفع مرتب نہونیکی وجہ سے اسکو اضاعت وقت سمجھتا ہوں۔ اب جو آپ نے طریقہ کے موافق پوچھا میں نے اپنی معلومات ظاہر کر دیں اسی سے یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ ابتک کیوں نہیں لکھا شاید اب رجوع کر لیا ہو سو وجہ نہ لکھنے کی یہی تھی کہ کسی نے بھلے مانسوں کیطرح پوچھا ہی نہ تھا باقی رجوع تو وہ ہے جو پہلے اور قول اور عقیدہ ہو اور اب اس کو ترک کر کے دوسرا عقیدہ اور قول اختیار کیا ہو بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونیکی باب میں یہ ہے ؏ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر اب میں اس تحریر کو ختم کرتا ہوں اور لقب بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان سے ملقب کرتا ہوں۔

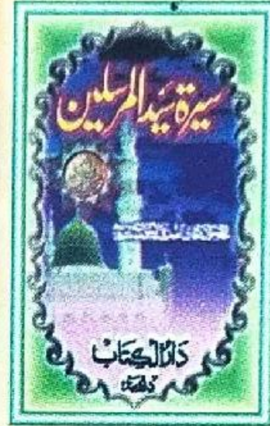
الشکر علی من اتبع الھدیٰ

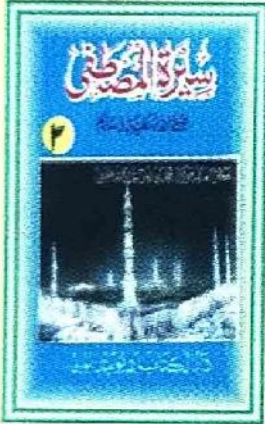
کتبہ اشرف علی شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ

ہماری چند اہم مطبوعات

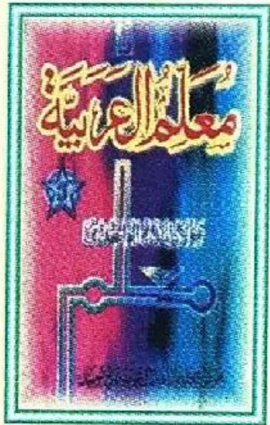


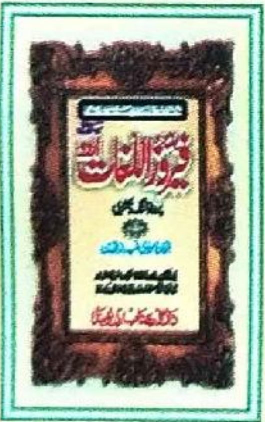


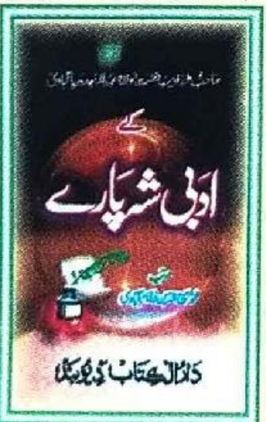














فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

دارُالکتاب دیوبند

PRINT ART DELHI Ph. & Fax : 23634222